نقد ونظر

پروفیسر ضیاء اللہ برنی

مسئلہ امامتِ زن اور حلقہ اشراق

جاوید احمد غامدی کے زیر نگرانی سرگرم حلقہ اشراق کی تحقیق وتنقید اور دلچسپیوں کا مرکز ایسے مسلمہ اُمور ہیں جن کے بارے میں اُمت ِمسلمہ میں چودہ صدیوں سے عمومی طور پر اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے۔ چونکہ عالمی سطح پر سپر قوتوں کے ایجنڈے کے مطابق اسلام اور مغربی تہذیب کی کشمکش میں ایسے بعض مسلمات کو ہدفِ تنقید بنایا جارہا ہے، اس لئے مسلمانوں کی طرف سے اس جارحیت کا مناسب دفاع کرنے کی بجائے اس حلقہ نے یہ آسان راہ اختیار کی ہے کہ شریعت ِاسلامیہ کی نصوص میں پائے جانے والے بعض احتمالات کو یا ائمہ اسلاف کے بعض اقوال کو سیاق وسباق سے جدا کرکے ان سے من مانا مطلب کشید کرلیا جائے۔ حلقہ اشراق کا مسلماتِ اسلامیہ کے ساتھ یہ رویہ علم وتحقیق کے میدان میں ذہنی مرعوبیت اور فکری ہزیمت کا آئینہ دار ہے!!

ممتاز علمی ماہنامے 'محدث' میں گاہے بگاہے غامدی صاحب کے ایسے افکار پر تبصرہ بھی شائع ہوتا رہتا ہے۔ حال ہی میں عورت کی امامت کے مسئلہ پر جب 'اشراق' نے اُمت مسلمہ سے ہٹ کر ایک بالکل نرالا موقف شائع کیا تو بطورِ خاص 'محدث' کے جون ۲۰۰۵ء کے شمارے میں اس کو موضوعِ بحث بنایا گیا اور نامور علماء کرام کے قلم سے ان کی فاسد تاویلات کی قلعی کھولی گئی۔ جن حضرات نے اس شمارے کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ محدث کا یہ شمارہ تحقیقی اعتبار سے کس پایہ کا ہے اور اس میں کس قدر معیاری اور متوازن اُسلوب میں غامدی حلقہ کے دلائل کی حقیقت پیش کرکے نفس مسئلہ پر قرآن و حدیث سے اسلامی موقف کی وضاحت کی گئی ہے۔ حلقہ اشراق کے پاس ان میں کسی ایک دلیل کا بھی علمی جواب تو نہیں تھا، لیکن اُنہوں نے حسب ِروایت اصل مسئلہ پر قرآن وسنت کے مستند دلائل کو بحث کی بنیاد بنانے کی بجائے کچھ نئے شگوفے چھوڑنے شروع کردیے۔ اگر علمی تحقیق کا یہی ڈھنگ رہے

www.KitaboSunnat.com

کہ سابقہ اعتراضات کی وضاحت کی بجائے نئے سوالات پیدا کر دیے جائیں تو اس سے بحث طول تو پکڑ سکتی ہے، نتیجہ خیز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اشراق کے شمارۂ جولائی میں 'محدث' کے اس شمارے کے بارے میں دو مضامین کے ذریعے اسی قسم کے بعض نئے شبہات پیدا کر کے امامتِ زن کے مسئلہ کو دھندلانے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر مضمون میں اشراق کے ایسے ہی بعض مغالطات کی وضاحت کی گئی ہے:

جناب خورشید عالم کے پیش کردہ مغالطے

① محدث کے اس شمارے پر سب سے بڑا اعتراض یہ اٹھایا گیا ہے کہ اس میں شائع ہونے والے مختلف مضامین میں ایک ہی موقف اختیار نہیں کیا گیا بلکہ مقالہ نگاروں کا آپس میں اختلاف ہے۔ اس لئے جواب کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں!

جناب خورشید عالم کا یہ اعتراض صرف اپنے موقف پر اصرار کرنے کی ایک ناروا کوشش ہے۔ تنوع کو تضاد بنا کر پیش کرنا علمی دیانت کے منافیہے۔ موصوف کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری ہے، اس کے بعد اگر وہ تنوع اور تضاد کے فرق کو ملحوظ نہ رکھیں تو یہ امر باعثِ حیرت ہے۔ بطورِ مثال سیرت النبیؐ کے موضوع پر ہونے والے جلسے میں ہر مقرر نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بارے میں اپنے خیالات وجذبات مختلف انداز سے پیش کرتا ہے اور آپؐ کی عظمت یا اُمت کے ساتھ شفقت کو ہر ایک نئے ڈھنگسے بیان کرتا ہے، جبکہ تمام کا مقصد نبی کریم ﷺ کی شانِ رسالت کو ہی اجاگر کرنا ہوتا ہے۔ اس طرح ہونے والی تمام تقاریر پر اگر کوئی من چلا یہ الزام عائد کردے کہ تمام مقررین نبی ﷺ کی ایک ہی اُسلوب سے شان بیان کریں تب ہی آپ کی عظمت ثابت ہوگی تو اس اعتراض کو آپ کیا حیثیت دیں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی موضوع کو مختلف پہلوؤں سے پیش کرنا ایک طرف تو اس کی صداقت کا واضح ثبوت ہوتا ہے، دوسری طرف اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی بات پیش کرنے کی آزادی بھی حاصل ہے، گویا کوئی من گھڑت موقف وہاں دہرایا نہیں جارہا۔ البتہ تمام محققین کا مقصد ومدعا اور نتیجہ وخلاصۂ بحث اگر ایک دوسرے کے متضاد ہو تو ایسی صورت میں اسے ضرور 'تضاد' کہا جانا چاہئے۔

یہی صورتحال 'محدث' میں شائع ہونے والے امامتِ زن کے مضامین کی ہے۔ ان

مضامین میں کسی ایک مضمون سے بھی اگر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کوئی ایک محقق بھی امامت زن کا قائل ہے تو جناب پروفیسر صاحب کا اعتراض قبول، اور اگر سب مضمون نگاروں کے دلائل کا نتیجہ اور مدعا یہ ہے کہ مردوں کے لیے عورت کی امامت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں تو پھر اس تنوع کو تضاد باور کرا کے قارئین کو کیوں کر دھوکہ دیا جاسکتا ہے......؟

حدیثِ اُمّ ورقہؓ کی صحت وضعف

② پروفیسر خورشید عالم صاحب کو اس امر پر بھی اعتراض ہے کہ حضرت اُمّ ورقہؓ کی حدیث کے صحت وضعف پر تمام مقالہ نگارانِ محدث کا آپس میں اتفاق نہیں ہے۔

لیکن پروفیسر موصوف کا یہ اعتراض قطعاً درست نہیں۔ اُنہوں نے جانتے بوجھتے اُمت مسلمہ کے متفقہ موقف کے بارے میں اپنے قارئین کو اُلجھانے کی کوشش کی ہے حالانکہ اُنہوں نے اپنے مضمون میں خود اس حدیث کی متعدد اسناد بیان کی ہیں۔ دراصل جن اہل علم نے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا ہے، وہ اس کی کسی کمزور سند کی بنا پر حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں، جبکہ جن دوسرے اہل علم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، وہ دیگر اسانید کے ذریعے اس متن کو حاصل ہونے والی تقویت کی بنا پر ایسا کر رہے ہیں۔ متعدد اسناد والی ایسی حدیث کو ہی حسن لغیرہٖ کہتے ہیں۔ فن حدیث سے آگاہ لوگ اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ بہت سی اسناد اپنے 'توابع' یا 'شواہد' مل جانے کی بنا پر قابل اعتبار ہوجاتی ہیں۔

آسان الفاظ میں اس بات کو سمجھنے کے لئے اسلام کا اُصولِ شہادت سامنے رکھیے۔ مثلاً اکیلی عورت اگر گواہی دے تو وہ گواہی نامکمل ہوتی ہے، اگر اس کے ساتھ دوسری عورت شریک ہوجائے تو ایسی صورت میں دو ناقص مل کر ایک پختہ شہادت کے قائم مقام ٹھہرتی ہیں۔ اس بات کو قرآنِ کریم میں یوں ذکر کیا گیا ہے:

﴿ فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الأُخْرٰى ﴾ (البقرۃ:۲۸۲)

''اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرو، یہ کہ ایک عورت بھٹک گئی تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔''

محترم پروفیسر صاحب عمر گزیدہ بزرگ ہیں۔ اہل حدیث علما کی ہم نشینی کے دعوے دار

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے باوجود اگر فن حدیث کی اتنی موٹی سی بات تک ان کا ذہن نہیں پہنچ پایا تو یہ امر باعث ِحیرت ہے۔ اُمید ہے کہ اس وضاحت کے بعد 'محدث' کے مقالہ نگاروں کا حدیث اُمّ ورقہ کی صحت وضعف میں پیش کیا جانے والا اختلاف ...... جو محض اعتباری ہے، حقیقی نہیں ...... ان کے خلجان کو دور کردے گا۔

③ یہاں اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ اہل اشراق کے استدلال کا مرکز ومحور حدیث ِامّ ورقہؓ ہے جس کے بارے میں ان کے موقف میں داخلی تضاد پایا جاتا ہے۔ان کے موقف کی تمامتر بنیاد چونکہ یہی حدیث ہے، جس میں ایک احتمال پر ہی ان کے استدلال کی ساری عمارت کھڑی ہے کہ یہاں أهل دار (گھر والوں) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس میں مرد وزن دونوں شامل ہوسکتے ہیں لہٰذا حضرت امّ ورقہؓ اپنے تمام گھر والوں کی امامت کرایا کرتی تھیں۔

صحاحِ ستہ میں یہ حدیث صرف سنن ابوداود میں مروی ہے، اور اس کی جو سند یہاں بیان ہوئی ہے، بعینہٖ اسی سند سے سنن دارقطنی میں بھی اس حدیث کی عبارت میں «نساء أهل دارها» کی صراحت آگئی ہے کہ اُمّ ورقہؓ اپنے اہل دار کی عورتوں کی امامت کراتی تھیں۔

اشراق کے محققین پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک ہی سند سے آنے والی جس حدیث (ابو داود) سے ان کے موہوم احتمال کا شائبہ پیدا ہورہا ہے، اس کو تو وہ قبول کرتے ہیں لیکن اسی سند سے آنے والی حدیث (دارقطنی) میں اس احتمال کے ختم ہوجانے کی وجہ سے پیچھا چھڑانے کے لئے اس کو ضعیف قرار دینے سے بھی نہیں چوکتے بلکہ اس اضافہ کو غلط طور پر امام دارقطنیکی من گھڑت زیادتی قرار دے رہے ہیں۔ عدل وانصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر وہ ایک ہی سند سے ملنے والے محتمل متن کو صحیح تسلیم کرتے ہیں تو اسی متن کے دوسرے حصے میں آنے والی صراحت کو بھی قبول کریں، لیکن ایک کو قبول کرکے دوسرے کو ردّ کردینا دیانت وامانت کے تقاضوں کے صریح منافی ہے!!

میرے نزدیک یہ بھی فن حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ محدثین جب روایت کرتے ہیں تو بعض اوقات ان کی مرویات متنوع الفاظ میں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے کے مفہوم کی تائید کرتی ہیں، جس طرح ایک واقعہ کے متعدد گواہ الفاظ کے فرق کے ساتھ مفہوم میں ایک

www.KitaboSunnat.com

دوسرے کی تائید و تکمیل کا باعث ہوتے ہیں۔

دیانتدارانہ تحقیق کا تقاضا یہ ہے کہ پروفیسر موصوف یا تو دونوں متون کو صحیح مانیں یا دونوں کو ضعیف تصور کریں۔ ابوداود اور دارقطنی دونوں کی روایات صحیح ماننے کی صورت میں اگر سنن ابوداود سے مردوں کے لئے عورت کی امامت کا احتمال پیدا ہوگا تو دارقطنی کی روایتسے اس کے مفہوم کا تعین بھی خود ہی ہوجائے گا، بصورتِ دیگر دونوں متون کو ضعیف سمجھنے سے یہ سوال آغاز سے پیدا ہی نہیں ہوگا۔یہی بات مولانا ارشاد الحق اثری نے 'محدث' میں اپنے شائع شدہ مضمون میں کہی ہے:

''جب سنن ابوداود اور مسند احمد وغیرہ میں ولید کی یہ روایت قابل اعتبار ہے تو یہاں بھی اس روایت کا انکار درست نہیں۔'' (محدث، جون ۲۰۰۵ء، ص ۳۷)

④ حدیثِ نبویؐ کے بارے میں محدثین کی عظیم الشان خدمات کا اعتراف اہل علم کے ہاں یوں کیا جاتا ہے:

أهل الحديث هم أهل النبيؐ وإن لم يصحبوا نفسه ، أنفاسه صحبوا

''حدیثِ نبویؐ کی خدمت کرنے والے نبی کریم ﷺ کے اہل وعیال ہیہیں۔ اگرچہ آپؐ کے بنفسِ نفیس ہم نشین نہ بن سکے تاہم آپ کے سانسوں (ارشادات) سے ضرور باریاب ہوگئے۔'' (صفة الصلاة از شیخ البانیؒ: ص۴۴)

ان مایہ ناز محدثین میں ایک عظیم امام دارقطنیؒ بھی ہیں جنہیں مشہور مؤرّخ ومفسر امام طبریؒ نے امیر المومنین فی الحدیث کا لقب دیا ہے اور خطیب بغدادیؒ نے انہیں اپنے وقت کا امام اور نابغہ روزگار 'محدث' قرار دیا ہے۔ جو لوگ اللہ کے دین کی خدمت کے لئے دن رات اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند کرتے اور ان کی عزت کے دفاع کی ذمہ داری خود پوری کرتے ہیں۔

پروفیسر خورشید عالم نے اپنے من گھڑت موقف کے راستے میں حائل ہونے والے نبی کریم ﷺ کے فرمان کو امام دارقطنی کے اپنی طرف سے اضافہ شدہ الفاظ قرار دے کر اس عظیم محدث کی شان میں نہایت ناروا جسارت کا ارتکاب کیا ہے۔

سنن دارقطنیکی تالیف کو ہزار سال سے زائد عرصہگزر جانے کے باوجود آج تک کسی امام

www.KitaboSunnat.com

فقیہ ومحدث نے ان الفاظ کو امام دارقطنیؒ کے اپنے الفاظ قرار نہیں دیا، لیکن اس دیدہ دلیری کا نتیجہ یہ ہے کہ پروفیسر خورشید عالم نے اپنے جوابی مضمون میں خود نبی کریم ﷺ کی طرف ایسے الفاظ کی نسبت کا ارتکاب کر دیا ہے، جس کا وجود بھی نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب اپنے مضمون میں نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ درج کرتے ہیں :

''سنن دارقطنی میں ایک جملے کا اضافہ ہے جو حدیث کی کسی کتاب میں مروی نہیں، وہ جملہ ہے: «کانت تـؤم»'' ('اشراق': جولائی ۲۰۰۵ء، ص ۴۸)

جبکہ یہ الفاظ سنن دارقطنی میں کہیں بھی موجود نہیں۔ نبی کریم ﷺ سے خود ساختہ الفاظ منسوب کرنے کی وعید سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ پروفیسر صاحب کے قلم سے حدیث نبویؐ کے حوالہ سے وارد ہونے والا یہ 'جملہ' محدثین پر ان کے ایک ناروا الزام کی سزا ہے۔ اگر پروفیسر صاحب اس اضافے پر مصر ہیں تو اُنہیں ان الفاظ کا ثبوت پیش کرنا چاہئے، ورنہ اس بارے اپنی معذرت کو شائع کرنا چاہیے تاکہ وہ نبی کریم ﷺ کی مذکورہ بالا وعید کے مستحق ہونے سے بچ سکیں۔

④ پروفیسر خورشید عالم نے اپنے جوابی مضمون کے آغاز میں حضرات علماے کرام کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے بعض طنزیہ جملے تحریر کئے ہیں۔ ان کو محدث کے اُن مقالہ نگاروں سے بھی بڑا شکوہ ہے جنہوں نے ان کے مغالطوں اور غلط بیانیوں کی نشاندہی کی ہے۔

جہاں تک طنزیہ جملے استعمال کرنے کا تعلق ہے تو یہ پروفیسر صاحب کی مجبوری ہے۔ پیپلز پارٹی سے پرانی وابستگی کے ناطے ان کا یہ لب ولہجہ باعث ِتعجب نہیں۔ ان کے ناقدانہ رویے اور متشددانہ طرزِ عمل کی ان کے ساتھ رہنے والے کئی نمازی اکثر شکایت کرتے رہتے ہیں۔ یوں بھی مختلف مضامین میں اپنے ناقدین کے ساتھ ان کا یہ جارحانہ اُسلوب ان کی شناخت بنتا جارہا ہے۔

اُنہیں اپنی کج فہمیوں کی نشاندہی کرنے پر شکوہ کرنے کی بجائے بالخصوص مولانا ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کا دلائل کے ساتھ جواب دینا چاہیے تھا۔ جہاں ترجمے میں ان کی ہیرپھیر کی نشاندہی کی گئی ہے، وہاں اس کی وضاحت کرنا چاہئے تھی۔ لیکن ان سے ان کا جواب تو بن نہ پڑا اور اپنی اصلاح پر شکر گزار ہونے کی بجائے وہ اُلٹا نشاندہی کرنے والے پر برس

www.KitaboSunnat.com

پڑے۔ اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی سے قبل ہمارا اُنہیں مشورہ یہ ہے کہ اپنی سابقہ غلط بیانیوں کی تلافی کر کے علم وتحقیق کے میدان میں آئیں۔شریعت ِاسلامیہ کی وضاحت بڑی ذمہ داری اور دیانتداری کی متقاضی ہے!!

پروفیسر صاحب نے اپنے جوابی مضمون کے آغاز میں ادارۂ اشراق سے اپنے تعلق کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد کے 'قرآن کالج' میں اپنی کئی برسوں پر محیط تدریس کا بھی حوالہ دیا ہے۔ یہاں قرآن کالج سے ۵مئی ۲۰۰۵ء کو اپنی فراغت کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی اُنہوں نے صداقت وامانت کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ پروفیسر موصوف اس کی وجہ اپنی کبرسنی کو قرار دیتے ہیں جبکہ واقعاتی حقائق یہ ہیں کہ اس فراغت سے عین پانچ روز قبل یکم مئی کو 'اشراق' میں ان کا امامتِ زن پر وہ متنازعہ مضمون شائع ہوچکا تھا جس سے اس ساری بحث نے جنم لیا۔ اس کے ساتھ ہی انہی دنوں ان کا دوسرا ناقابل رشک کارنامہ جس میں اُنہوں نے عورت کے چہرے کے پردے کے عدمِ وجوب اور مرد وزن کے اختلاط کے جواز پر دادِ تحقیق دی ہے، بھی تیار ہوکر 'اشراق' کی زینت بننے کے لئے منتظر تھا۔ یاد رہے کہ ایک نئے انحراف کی بنیاد بننے والا یہ مضمون اگست ۲۰۰۵ء کے اشراق میں پوری تفصیلات کے ساتھ 'نقطہ نظر' کے کالم میں شائع ہوچکا ہے، جس کا شافی جواب بھی کسی صاحبِ علم کی توجہ کا منتظر ہے۔

پروفیسر صاحب نے اپنے جوابی مضمون میں یہ بھی تحریر کیا ہے کہ میں نے ایسے مضامین کو صرف اپنے حلقہ تدریس (قرآن کالج) میں ہی اپنے ساتھی اساتذہ یا طلبہ کو پڑھ کر سنایا تھا۔

پروفیسر موصوف کی اس 'باعزت' فراغت کے پس پردہ اِن مضامین کی اشاعت کا کیا کردار ہے، کوئی بھی سمجھ دار معمولی غور وفکر سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے۔

⑤ پروفیسر خورشید کی شخصی کوتاہیاں اپنی جگہ لیکن علم وتحقیق کے میدان میں جس 'منتخب اخلاقیات' پر آپ عمل پیرا ہیں، اس کے مظاہر آپ کے جوابی مضمون میں بھی موجود ہیں۔

تحقیق کا مسلمہ اُصول ہے کہ کسی بات یا شخصیت کے قول کا حوالہ اس کی اپنی کتاب سے دیا جائے۔ ثانوی مراجع سے نقل کئے جانے والے حوالے تحقیق کے میدان میں معتبر خیال نہیں کئے جاتے۔ پروفیسر موصوف نے اپنے مضمون میں فقہا کے موقف کا تذکرہ کرتے ہوئے جابجا ثانوی مراجع پر اعتماد کیا ہے۔ جب کہ ان فقہا کی اپنی تصنیفات بھی موجود ہیں جہاں سے ان

کا یہ موقف ثابت نہیں ہوتا۔ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے جب ان کا حقیقی موقف ان کی اصل کتاب سے درج کیا اور فقہا کی بات کا سیاق وسباق بھی پیش کیا تو اس کے باوجود پروفیسر صاحب بداية المجتهد پر ہی اعتماد کرنے پر مصر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان فقہا کی اپنی کتب کی موجودگی میں ثانوی مراجع کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

دوسری طرف محترم حافظ صلاح الدین یوسف نے کویت سے شائع ہونے والے انسائیکلو پیڈیا الموسوعة الفقهية سے ایک حوالہ درج کیا، اور ساتھ ہی اس امر کا اشارہ بھی دیا کہ ایسے وقیع انسائیکلوپیڈیا کی بات کو یوں آسانی سے نظر انداز کرنا درست نہیں بلکہ یہاں جن ایڈیشنوں کا حوالہ دیا گیا ہے، ان کی تصدیق حاصل کرنا ہوگی تو یہی پروفیسر صاحب حافظ صاحب کے اس طرزِ عمل کو جسارت قرار دینے سے نہیں چوکتے۔ محترم حافظ صاحب کی ذکر کردہ یہ عبارت اگر انسائیکلوپیڈیا کے محولہ صفحہ (ج٦ ص٢٠٤) پر نہ ہو، تب تو اس کو جسارت قرار دیا جائے لیکن اگر یہ بات وہاں موجود ہے اور کوئی اس کو جھٹلا نہیں سکتا تو پھر اس کو جسارت قرار دینا چہ معنی دارد!

اگر یہی جسارت ہے تو پھر پروفیسر خورشید عالم کا سارا مضمون اسی جسارت پر قائم ہے۔ کیونکہ بداية المجتهد کے جس موقف کا وہ حوالہ دے رہے ہیں، مصنف کی اصل کتاب میں اس کا کوئی وجود نہیں۔ پروفیسر موصوف کے ایسے دلائل حادثہ نہیں بلکہ ان کی روزمرہ عادت ہے، لیکن دوسروں کو وہ ثانوی مراجع سے استفادہ کا حق دینے کے لئے قطعاً تیار نہیں۔

☜ پروفیسر صاحب کی ایسی ہی ایک دلچسپ جسارت ماہنامہ 'حکمتِ قرآن' کے اپریل ۲۰۰۵ء میں ان کے شائع شدہ خط میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ حکمتِ قرآن میں ان کے مضمون 'شوال کے چھ روزے' پر تبصرہ کرتے ہوئے 'السندھ' کے مدیر مولانا عبدالحی ابڑو نے لکھا ہے:

من صام رمضان شهر بعشرة أشهر وصام ستة أيام بعد الفطر وذلك تمام سنة

''اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند میں روایت نہیں کیا، جیسے پروفیسر موصوف نے لکھا ہے بلکہ یہ دارمی اور ابن ماجہ میں ہے۔ یہ الفاظ دارمی کے ہوسکتے ہیں، ابن ماجہ کے الفاظ اس سے مختلف ہیں۔'' (حکمتِ قرآن: ص ۵۹)

اس اعتراض کے جواب میں پروفیسر خورشید عالم لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

''تبصرہ نگار کی یہ بات کہ ''اس حدیث کو امام احمد نے روایت نہیں کیا'' بالکل غلط ہے، کتاب الروض المربع (ج۳/ص۴۴۸) کے حاشیہ پر ہے کہ اس حدیث کو امام احمد، ابوداود اور ترمذی نے تین طریقوں سے روایت کیا ہے۔'' (حکمتِ قرآن: ص۶۰)

جبکہ امر واقعہ یہی ہے کہ حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ بعینہٖ مسند احمد میں کہیں مذکور نہیں۔ البتہ ۹ کتب ِحدیث میں اس مفہوم کی ۱۸/احادیث اور اس سے ملتے جلتے الفاظ پائے جاتے ہیں جن میں صحیح مسلم، سنن ابوداود، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، مسند احمد اور سنن دارمی شامل ہیں۔ یہاں پروفیسر موصوف کا ثانوی مراجع پر اعتماد اور اصرار کرکے تبصرہ نگار کو 'بالکل غلط' کی وعید سنانا بلاوجہ ہے۔

جناب خورشید عالم کو جاوید احمد غامدی سے وہی نسبت ہے جو رفیع اللہ شہاب کو آنجہانی غلام احمد پرویز سے تھی اور دونوں کا اُسلوبِ استدلال بھی تقریباً یکساں ہے کہ کتب ِفقہ سے نادر مسائل کے اختلافات اُچھال کر انحراف کی راہیں وا کی جائیں، خواہ اس کے لئے اصل عبارت یا اس کے ترجمے کے ساتھ کچھ بھی کرنا پڑے۔

ادارۂ اشراق کے مغالطات پر ایک نظر

جولائی ۲۰۰۵ء کے 'اشراق' کی ادارتی تحریر میں یہ امر خوش آئند ہے کہ ادارۂ اشراق کو پروفیسر خورشید عالم کے مضمون میں بیان کردہ موقف سے اتفاق نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسے 'نقطہ نظر' کے کالم میں جگہ دے کر اپنی ادارتی ذمہ داری سے بری ہونے کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ یوں تو ادارۂ اشراق کا موقف پروفیسر خورشید عالم سے مختلف نہیں جس کے دلائل آگے پیش کئے جارہے ہیں لیکن بظاہر ان کا اِس موقف کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار ہی حق کی حقانیت کی ایک روشن دلیل ہے !!

① ادارہ اشراق نے اپنے پہلے پیرا گراف میں جاوید احمد غامدی کا امامتِ زن کے بارے میں تین سطری موقف پیش کیا ہے، اتنے مختصر موقف میں بھی 'داخلی تضاد' پایا جاتا ہے۔ یہ موقف آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

''اسے حرام تو قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ قرآن وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ اُمّ ورقہ کی حدیث سے استثنائی حالات میں بظاہر اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ تاہم

یہ اس روایت کے یقیناً منافی ہے جو مسلمانوں میں ہمیشہ سے قائم رہی ہے۔ اور وہ اس کے حق میں ہیں کہ یہ روایت قائم رہنی چاہیے۔'' ('اشراق': جولائی ۲۰۰۵ء، ص۲)

جناب غامدی کا یہ موقف 'مصلحت آمیز ابہام' کا شکار ہے۔ وہ ایک طرف تو مسلمہ دینی روایات کے مخالف ایک موقف کو اپنانے کی ہمت نہیں کر پارہے اور دوسری طرف لبرل اور آزاد خیال طبقہ کی حمایت سے بھی محروم نہیں ہونا چاہتے۔

جناب غامدی سے بصد ادب التماس ہے کہ اگر وہ اپنے موقف کے بارے میں اس قدر ہی پراعتماد ہیں تو اُنہیں جرأت کے ساتھ اس کو اپنانا چاہیے۔ حق بالکل واضح ہوتا ہے، اس میں 'یہ بھی ٹھیک ہے اور وہ بھی غلط نہیں' کی بجائے دلیل و برہان کی قوت سے واضح موقف کا اظہار کیا جاتا ہے۔ امامتِ زن کے مسئلے پر ان کے دوٹوک موقف کی تشنگی ابھی تک موجود ہے!

② اِشراق کے اداریے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اشراق میں امامتِ زن کے مسئلے پر دو مضامین موجود تھے، ایک اشراق کے ریسرچ فیلو جناب ساجد حمید کا، جس میں امامتِ زن کے ناجائز ہونے کا موقف پیش کیا گیا تھا اور دوسرا 'اشراق' کے معاصر ادارے 'قرآن کالج' کے پروفیسر خورشید عالم کا، جسے اشراق کی زینت بنایا گیا ہے۔

کیا وجہ ہے کہ ادارہ کے ریسرچ فیلو کی تحقیق کو نظر انداز کرکے اس موقف کو شائع کرنے میں دلچسپی لی گئی جس میں ساری اُمتِ مسلمہ سے بالکل ایک الگ موقف پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اور کچھ نہیں تو ادارۂ اشراق کا 'حسن انتخاب' ضرور کارفرما ہے اور یہ حسن انتخاب 'اشراقی مقاصد' کا مظہر ہے۔ کیا یہ 'حسن انتخاب' ادارۂ اشراق کی موقف کی صاف چغلی نہیں کھا رہا؟ چاہے اس سے اشراق والے لاکھ اظہارِ براءت کریں......!

③ اشراق کے اداریے میں اس بات کو بڑے شد ومد سے اُچھالا گیا کہ 'نقطہ نظر' کے کالم میں شائع ہونے والی آرا سے ادارے کا اتفاق ضروری نہیں۔ اوّل تو اس امر کا دعویٰ کرنے کا استحقاق وہ رسائل وجرائد رکھتے ہیں جو ہمارے ممدوح مجلّے 'محدث' کی طرح اپنے رسالے میں نمایاں جگہ پر اس امر کا اظہار ضروری خیال کرتے ہیں کہ

ادارے کا مقالہ نگار کی آرا سے متفق ہونا ضروری نہیں!

اشراق ایک مخصوص طرزِ فکر کا نمائندہ اور اس کی نشرواشاعت کا باقاعدہ ترجمان ہے، اس

www.KitaboSunnat.com

نے اس امر کی کبھی ضرورت محسوس نہیں کی۔ جہاں تک امامتِ زن کے بارے میں شائع شدہ مضمون کا تعلق ہے تو جب اس پر کڑی تنقید ہوئی تو 'اشراق' نے اس کو نقطہ نظر کے کالم کا استحقاق قرار دے ڈالا۔

رسائل وجرائد کے مسلمات سے ہمیں بھی کچھ آگاہی ہے اور اس بارے میں مغالطہ آرائی سے بھی ہم ہوشیار ہیں۔ کسی بھی جریدے میں کسی مضمون کی اشاعت کا یہ لازمی مطلب لیا جاتا ہے کہ اس مضمون کے مندرجات سے ادارہ مجلّہ کا کسی نہ کسی حد تک اتفاق ہوتا ہے، وگرنہ ایسے قابل اعتراض مضمون کی اشاعت پر حکومت متعلقہ جریدہ کو کیوں موردِ الزام ٹھہراتی اور اس کی کاپیاں ضبط کرنے کے احکامات صادر کرتی ہے......؟

یوں بھی اگر حکومت گرفت نہ کرے تو ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی ذمہ داری پر جواب دہ ہے۔ قرآن کریم کی رو سے ''جو لوگ بری باتوں کو شائع کرتے ہیں، روزِ قیامت ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔'' (النور:۱۹)

اس لحاظ سے نقطہ نظر کے کالم میں شائع ہونے والے مضامین سے اشراق کی بالکلیہ براءت کا اظہار، میدانِ صحافت کا ایسا لطیفہ ہے، جسے کوئی بھی ذی ہوش تسلیم نہیں کرسکتا۔ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ مضمون کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں، لیکن اس کے بڑے حصے اور مرکزی موقف سے اس کو شائع کرنے والا جریدہ بریٔ الذمہ نہیں ہوسکتا۔

'اشراق' کو اس گنجائش سے استفادہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے تو آئندہ بھی ایسے ہی مختلف متنازعہ موضوعات پر عوام کی رائے سازی کا موقع اُنہیں میسر رہتا ہے۔ مسلماتِ اسلامیہ سے انحراف حلقہ اشراق کی رِیت رہی ہے، اور اس کے لئے ایسے چور دروازے کھلے رکھنا ان کی مجبوری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگست ۲۰۰۵ء کے 'اشراق' میں پروفیسر خورشید عالم کا ہی 'چہرے کے پردے کے عدمِ وجوب اور مردوزن کے اختلاط' کے موضوع پر ایک اور مضمون 'نقطہ نظر' کے کالم میں شائع کیا گیا ہے۔ ایسے تجدد پسند نظریات کی اشاعت کا مقصد 'نقطہ نظر' کے کالم کے ذریعے ہی پورا کیا جاسکتا ہے۔ عوام میں ایسے منحرف خیالات کی لگاتار نشرواشاعت کے بعد ان کے ردّعمل کے پیش نظر حلقہ 'اشراق' اپنے موقف اور حکمتِ عملی میں موزوں تبدیلی کرتا رہتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

اہل 'اشراق' اگر اپنے 'نقطہ نظر' کے دعویٰ میں سچے ہیں کہ یہاں ایسے مضامین شائع کئے جاتے ہیں جن سے ان کا کسی بھی درجے میں اتفاق ضروری نہیں تو پھر وہ ہمارا زیرنظر مضمون بھی اسی کالم میں لفظ بلفظ شائع کریں تاکہ ان کے موقف کی حقیقت کھل کر سامنے آسکے۔ ورنہ آئندہ اُنہیں ایسے خودساختہ استحقاق کو استعمال کرتے ہوئے محتاط رہنا ہوگا۔

④ 'اشراق' نے محدث میں شائع شدہ بعض دعووں کو 'موضوع' قرار دیا ہے۔ اشراق کے اداریہ نگار نے ایک خالص علمی بحث کو شخصی واقعات میں اُلجھانے اور اصل موضوع کو نظر انداز کرانے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اشراق میں اس موضوع کے حوالے سے اُٹھائے گئے سوالات کے شافی جواب پر محنت کی جاتی لیکن اس کے بجائے موضوع کو اپنے مرکز ومحور سے ہٹانے کے لئے یہ ڈھنگ اپنایا گیا۔ سنجیدہ اور علمی اُسلوب کا تقاضا تو یہ ہے کہ شخصیات اور واقعات کو موضوعِ بحث بنانے کی بجائے نظریات پر گفتگو کی جائے کیونکہ نظریات ہی وہ حرکی خاصیت رکھتے ہیں جن سے مستقل اثر لیا جاتا ہے۔ شخصیات کے برعکس نظریات ہی دائمی ہوتے ہیں!!

جناب غامدی کی سرکاری ایوانوں سے قربت کی داستانیں ہر باخبر شخص کے علم میں ہیں، دلائل سے تو ان باتوں کو ثابت کیا جاتا ہے جن کو قبول کرنے میں کسی کو کوئی شک وشبہ ہو۔ محدث میں حلقہ اشراق کے بارے میں جو حقائق پیش کئے گئے ہیں، ان کی اسناد المَورد سے مستفید ہونے والوں تک متصل پھیلی ہوئی ہیں۔ ان 'اسناد' کا تذکرہ کیا جائے تو اس میں بہت سے ذمہ دار لوگوں کے نام آنے کا اندیشہ ہے جو یوں کھلے عام موضوعِ بحث بنا پسند نہیں کرتے اور ہم بھی ایسے استفادہ کرنے والوں کا سلسلہ منقطع نہیں کرنا چاہتے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس فن حدیث پر طنز کیا گیا ہے، اس میں تو عادل راوی کی مستند بات پر یقین کیا جاتا ہے۔ پھر بھی اگر کسی کو اطمینان نہ ہو تو وہ بذاتِ خود ملاقات کرکے ایسے واقعات کی سند معلوم کرسکتا ہے جیسا کہ راقم کے جاننے والے بعض احباب نے کیا۔

جہاں تک 'محدث' کا تعلق ہے تو اس میں ایسے واقعات کو اصل دلیل کی بجائے حلقہ اشراق کے مرض کی ایک علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اشراق نے اصل موضوع سے توجہ ہٹانے کے لئے دو طویل عبارتوں کو شائع کیا ہے لیکن اصل وجہ استدلال کو شائع نہ کرنے میں ہی

www.KitaboSunnat.com

عافیت سمجھی ہے۔ اشراق کا اس پیراگراف کو دانستہ حذف کرنا جو اس سارے تذکرے کا حاصل تھا، اپنے اندر خاص معنویت رکھتا ہے۔ وہ پیراگراف حسبِ ذیل ہے :

''بظاہر ایسی سرگرمیاں کسی تنظیم کے لئے شرمندگی کی بجائے باعثِ افتخار ہونی چاہئیں لیکن جب حلقہ اشراق کے پیغام اور ان کی تحقیقات کا مرکزی نقطہ تلاش کیا جاتا ہے تو وہ تمام تر ایسے ایشوز ہیں جو عالمی استعمار کے خلافِ اسلام ایجنڈے کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اشراق کی تحقیق کی تان بھی انہی کی ہم نوائی پر آکر ٹوٹتی ہے۔

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ عام اسلامی تحریکوں کے برعکس جناب غامدی اسامہ بن لادن کو دہشت گرد، طالبان کو ظالم اور امریکی اقدامات کو برحق سمجھتے ہیں۔ ان کی نظر میں فلسطینی عوام کا کردار بھی دہشت گردانہ ہے ۔ جہاد کو وہ منسوخ تو نہیں کہتے لیکن جہاد کے لئے جن شرائط کو وہ پیش کرتے ہیں، اس کے بعد عملاً جہاد کا حکم منسوخ ہوجاتا ہے۔ عورت کا پردہ اور حجاب، تصویر و مجسمہ سازی کو جائز قرار دینا، رقص وسرود کا جواز بلکہ نبی کریمؐ وصحابہ کرامؓ پر رقص وسرود دیکھنے کا الزام عائد کرنا، سیاسی طور پر بیت المقدس کو یہودیوں کے حوالے کردینا وغیرہ ان کے ایسے ہی علمی و تحقیقی کارنامے ہیں۔'' (محدث: جون ۲۰۰۵ء، ص۱۲)

آج بھی حلقہ اشراق کے بظاہر خوشنما اُسلوب پر جانے کی بجائے ان کے مقصد اور کارناموں کا جائزہ لیا جانا چاہئے کیونکہ درخت کو ہمیشہ اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اس درخت کی خوشنمائی پر جانے کی بجائے اس کے نتائج فکر کو اسلام کی میزان میں تولیں تو ان کی ٹھیک ٹھیک تصویر کا بخوبی علم ہوجائے گا۔

حلقہ اشراق کا اسلام کے نام پر یہ کردار اس وقت اکثر دینی حلقوں کے لئے شدید تشویش کا باعث بنا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مکاتبِ فکر کے ایک حالیہ اجتماع کا حوالہ دینا مناسب ہوگا۔ یہ اجتماع مولانا عبد الروف ملک صدر 'متحدہ علما کونسل' نے حلقہ 'اشراق' کے ایسے ہی ناپسندیدہ کارناموں کے بارے میں اہل علم کو متوجہ کرنے کے لئے گڑھی شاہو، لاہور میں ۱۰ جولائی ۲۰۰۵ء کو طلب کیا جس میں لاہور کے منتخب اہل علم اور بعض اداروں کے منتظمین بھی شریک تھے۔ یہاں خطاب کرتے ہوئے مختلف مقررین نے 'اشراق' کے اس تجدد پسندانہ کردار کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا اور ان کے بارے میں علماے کرام کو اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی

www.KitaboSunnat.com

طرف توجہ دلائی۔ یاد رہے کہ اس اجتماع کے شرکا نے 'محدث' کے امامتِ زن پر خصوصی شمارے کو تمام مکاتبِ فکر کی طرف سے تازہ اشراقی انحراف کا مشترکہ دفاع قرار دیتے ہوئے خراجِ تحسین پیش کیا اور اس کاوش کو خوب سراہا۔

مولانا عبد الرء وف ملک نے اس مجلس میں 'روشن خیالی اور اعتدال پسندی' پر صدر پرویز مشرف کی ایک مجوزہ کانفرنس کے بارے میں شرکا کو آگاہ کیا کہ اس مجلس میں جناب جاوید غامدی روشن خیالی کے سرکاری موقف کی حمایت پر تقریر کریں گے۔ ایک مقرر جو ایک دن قبل ہی اسلام آباد سے اس اجتماع کے لئے تشریف لائے تھے، اُنھوں نے یہ بتا کر تمام شرکا کو حیران کردیا کہ یہ مجلس جس کا مولانا عبدالرؤف ملک تذکرہ کررہے ہیں، منعقد ہوچکی ہے اور جناب خورشید ندیم اس مجلس میں شریک تھے اور اُنہوں نے اس مجلس کی روداد مجھ سے خود بیان کی ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ بطورِ خاص اس مجلس میں چودھری شجاعت حسین کو بھی شریک کیا گیا تھا کیونکہ وہ صدر پرویز مشرف کے لبرل خیالات کی حمایت میں پس وپیش کرتے ہیں۔

'اشراق' کے کردار کے بارے میں یہ فکرمندی نئی نہیں۔ ماضی میں بھی اس کا یہ رویہ دین سے وابستہ لوگوں کے لئے شدید ذہنی اذیت کا باعث رہا ہے۔ اگر کسی کو جاوید غامدی کے 'افکارِ عالیہ' کے بارے میں ذرا سا بھی شک ہو تو وہ نائن الیون کے کچھ ہی دنوں بعد امریکہ کی ہم نوائی میں دیے جانے والے ان کے انٹرویو کا لفظ بلفظ مطالعہ کرلے، یہ انٹرویو ۲۸/ اکتوبر ۲۰۰۱ء کے روزنامہ پاکستان کی 'زینت' بنا۔ افغان قوم پر امریکہ کی ہولناک بمباری کے دوران یہ انٹرویو مسلم اُمہ کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے۔ چند قابل ذکر جملے ملاحظہ ہوں:

◉ امریکہ کی طرف سے افغانستان پر حملہ جائز ہے، مگر بھارتی افواج کے خلاف مجاہدین کے حملے ناجائز ہیں اور 'دہشت گردی' کی تعریف میں آتے ہیں۔

◉ سوال: ہمارے ہاں تو امریکہ کے افغانستان پر حملے کو دہشت گردی قرار دیا جاتا ہے۔
تو اُنھوں نے نہایت بے حسی سے جواب دیا کہ ''آپ اسے دہشت گردی نہیں کہہ سکتے۔''

◉ جناب غامدی نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ''جس اسلام کو میں جانتا ہوں، اس میں جہادی کلچر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

ان کے اس جواب سے حیران ہوکر صحافی نے پوچھا کہ آپ تو وہی بات کررہے ہیں جو بش اورٹونی بلیر کررہے ہیں؟ اس پر غامدی صاحب نے کہا کہ

''میں حضرت محمد ﷺ کی بات کررہا ہوں اور مجھے بہت خوشی ہے کہ آج ان کی بات دوسرے لوگوں نے بھی شروع کردی ہے۔''

◉ جاوید غامدی کے بقول: ''میرے نزدیک یہ دہشت گردی اور امن کی جنگ ہے۔''

اس کے بعد بھی غامدی صاحب کے بارے میں اخبارات میں کئی مضامین شائع ہوتے رہے، جن میں بطورِ خاص 'امریکہ کے وکیل' کے عنوان سے ۷ تا ۹ نومبر۲۰۰۱ء کو روزنامہ پاکستان میں ہی ۳ قسطوں میں شائع ہونے والا مضمون کافی چشم کشا ہے۔ روزنامہ 'انصاف' میں 'جاوید غامدی کے افکارِ تازہ' کے عنوان سے بھی ایک مضمون متعدد قسطوں میں شائع ہوا اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری ہی رہا۔ کیا یہ بات غور طلب نہیں کہ اشراق میں کشمیر اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت میں کبھی کوئی قابل ذکر مضمون جگہ نہیں پاسکا۔ 'امریکہ کے وکیل' نامی مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''جاوید غامدی کے سینے میں وہ دل نہیں ہے جو مسلمانوں کے دکھ کو محسوس کرسکے۔ پورے انٹرویو میں امریکہ کی مذمت تو کجا، مسلمانوں سے ہمدردی کا بھی ایک لفظ موجود نہیں ہے۔''

ماضی قریب کے ہفت روزہ 'زندگی' میں جناب جاوید غامدی کا ایک انٹرویو اجمل نیازی نے کیا تھا جو ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا، اس کا مطالعہ بھی قارئین پر ان کی شخصیت کے بہت سے اَسرار کھول سکتا ہے۔ حلقہ اشراق کبھی اپنے کردار کے بارے میں غور کی زحمت گوارا کرے تو اسے 'زبانِ خلق کو نقارۂ خدا' سمجھتے ہوئے ضرور سوچنا چاہئے !!

'امریکہ کی وکالت، تجدد پسندی اور مسلماتِ اسلامیہ سے انحراف' حلقہ اشراق کا ایسا مرض ہے جو مزید علامتوں اور دلائل کا محتاج نہیں۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے اس تذکرے کو یہیں پر سمیٹا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ادارۂ محدث کے زیر اہتمام جولائی میں دو اہم ورکشاپیں اور 'اسلام اور دہشت گردی' پر سیمینار منعقد ہوا جن کی رپورٹیں آئندہ شمارہ میں شامل اشاعت ہوں گی۔ ان ورکشاپوں میں مصروفیت کی بنا پر محدث کے حالیہ شمارہ کی تیاری میں قدرے تاخیر ہوئی جس کیلئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں!

www.KitaboSunnat.com